عمران طرزِ حکومت نہیں طرز سیاست بدلے

سہیل احمد لون

گزشتہ چند ہفتوں سے میڈیا اور سوشل میڈیا میں جمہوری صدارتی نظام کی بازگشت سنائی دے رہی ہے۔جس کا حزب اختلاف کی سیاسی جماعتوں نے بڑا سخت ردعمل اور موقف دیا حالانکہ صدارتی نظام بھی جمہوری نظام کی ایک قسم ہے جسے نافذ کرنا قطعی غیر آئینی یا غیر جمہوری نہیں۔اس وقت تقریباً 44 ممالک میں جمہوری صدارتی نظام رائج ہے جن میں امریکہ بھی شامل ہے۔ان ممالک میں 23 ممالک ایسے بھی ہیں جن کے صدارتی نظام میں وزیراعظم بھی نظام کا حصہ ہیں۔جبکہ جمہوری پارلیمانی نظام سے چلنے والے ممالک کی تعداد تقریباً 73 ہے جن میں 16 ایشائی، 13 امریکی، 5 افریقی، 34 یورپین بشمول برطانیہ، اور 5 ممالک کا تعلق Oceania سے ہے۔برطانیہ جسے جمہوریت کی ماں کہا جاتا ہے وہاں پارلیمانی جمہوری نظام ہے جس میں ایک حصہ ہاؤس آف لارڈز اور دوسرا ہاؤس آف کامنز ہے۔کوئی بل یا قانون پاس کرنا ہو تو ہاؤس آف کامنز یا ہاؤس آف لارڈز کی طرف سے بل پیش کیا جاتا ہے جسے دو Readings کے بعد کمیٹی میں منظوری کے لیے بھیج دیا جاتا ہے جب بل ہاؤس آف کامنز اور ہاؤس آف لارڈز سے منظور ہو جائے تو اسے شاہی منظوری کے لیے ملکہ کے پاس بھیجا جاتا ہے۔برطانیہ میں ملکہ کی ذمہ داریوں میں وزیراعظم Appoint کرنا بھی شامل ہے۔ملکہ کے اختیارات زیادہ تر Ceremonial ہیں۔برطانوی قانون کے مطابق ملکہ کو Prosecute نہیں کیا جا سکتا کیونکہ "تاج قانون سے بالاتر ہے"امریکہ نے تو آزاد ہونے کے بعد زمینی حقائق اور قومی مزاج کو ملحوظ خاطر رکھ کر برطانوی پارلیمانی نظام کی بجائے جمہوری صدارتی نظام رائج کرنے کو ترجیح دی جو آج تک بڑی کامیابی سے چل رہا ہے۔اس کے برعکس پاکستان میں آج بھی برطانوی پارلیمانی نظام ہی رائج ہے ۔قیام پاکستان کے وقت قائداعظم پہلے گورنر جنرل بنے جبکہ بھارت میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن گورنر جنرل تھے۔قائداعظم نے نوزائیدہ ریاست جمہوری صدارتی طرز پر ہی چلایا۔دراصل قائداعظم جمہوری صدارتی نظام کے ہی خواہاں تھے مگر زیست نے ان سے وفا نہ کی اور وہ یہ نظام رائج نہ کر سکے۔علامہ اقبال بھی مغربی جمہوری طرز حکومت کے مخالف تھے ان کے مطابق اس نظام میں بندوں کو گنتے ہیں مگر انکی سوچ اور فکر کو تولتے نہیں۔یہ نظام دنیا میں سامراجی اور سرمایہ دارنہ مفادات کو تحفظ فراہم کرنے میں معاون کردار ادا کرتا ہے شاید یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں جمہوری صدارتی نظام کی آواز کو دبانے کے لیے سب سے زیادہ شور سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقہ ہی مچا رہا ہے۔پاکستان میں چونکہ ایسے صدور گزرے ہیں جنہوں نے ڈنڈے کے زور پر ہمارے لوگوں پر اپنی صدارتی چلائی شاید اسی وجہ سے ہمیں صدارتی نظام آمرانہ سا لگتا ہے اور ویسے بھی دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔آئین پاکستان کے آرٹیکل 48 میں اس کا پورا طریقہ کار بھی بتایا گیا ہے کہ اگر قومی مفاد کی خاطر صدارتی نظام لانا ہو تو کیا قانونی اور آئینی طریقہ ہے۔جسے عوامی منظوری کے لیے ریفرنڈم کے پراسس سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔صدارتی نظام سے خوف آنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پہلے تینوں صدور سکندر مرز، ایوب خان اور یحیٰ خان فوجی جرنیل تھے۔جو عوامی مینڈیٹ کے ذریعے نہیں بلکہ طاقت کے بل بوتے پر اقتدار پر مسلط ہوئے۔اسکے بعد ضیاء الحق اور پرویز

مشرف بھی صدر بن کر اقتدار کا جھولا جھولتے رہے۔ ایوبی دور کو بزرگ سنہری دور کہتے ہیں جس میں پاکستان کی معیشت کا گراف اوپر کی جانب تھا اور پاکستان کو ایشین ٹائیگر بننے والا ملک سمجھا جانے لگا تھا لیکن وہ بزرگ اُس مارشل پلان سے بے خبر تھے جو امریکہ نے ایوب کے دور میں متعارف کروایا اور پاکستان جیسا زرعی ملک آدھا تیتر اور آدھا بٹیر بن کر نہ زرعی رہا اور نہ ہی صنعتی۔ مگر سکندری، ضیا ئی اور پرویزی ادوار میں بہت سے ایسے کام کیے گئے جس کے اثرات آج تک محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ اگر ہمارے سیاستدان اہل اور اصل میں جمہوری ہوتے تو سول اور ملٹری بیوروکریسی کی کبھی یہ جرات نہ ہوتی کہ انکو کوئی کٹھ پتلی بنا کر اپنے اشاروں پر نچاتے لیکن جب اقتدار انہیں اداروں کی مرضی اور منشاء سے لیا جائے گا تو پھر مداخلت کے نہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جمہوری حکومتوں کا تختہ الٹ کر ہمیشہ عوام کو یہی کہا گیا کہ سیاستدان نا اہل اور بدعنوان تھے ان کا احتساب کر کے اقتدار جمہور کو منتقل کیا جائے گا تعجب کہ بات ہے کہ تمام تر سیاہ سفید کا مالک ہونے کے باوجود کوئی آمر کسی سیاستدان کو بدعنوان ثابت کر کے سزا دینے سے قاصر رہا بلکہ انہیں سیاستدانوں کو ساتھ ملا کر اقتدار کو طول دیا گیا اور این آر او کر کے انکو دوبارہ ملکی خزانے سے کھلواڑ کرنے کا محفوظ راستہ فراہم بھی کیا گیا۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ جمہوری صدارتی نظام کوئی غیر آئینی اور غیر جمہوری طرز حکومت نہیں مگر سوال یہ ہے کہ اسے نافذ کرنے کی بات کیوں کی جارہی ہے؟ اس کا عذر کیا پیش کیا جارہا ہے؟ وہ کونسا بیانیہ ہے جس سے متاثر ہو کر عوام اس نظام کے حق میں ریفرنڈم میں ووٹ دیں؟ ضیاء الحق اسلامی نظام نافذ کر کے امیر المومنین بننے آیا مگر ضیاعِ مخلوق دے گیا جس کی باقیات آج بھی اس کا مشن پورا کر رہی ہیں، جہاد کے نام پر انتہاء پسندی کی نرسری عوام کے مقدر میں لکھ کر خود فضاء میں راکھ ہو گیا۔

میرے نزدیک سیاسی جماعتوں کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ان کو ووٹ دینے والے لاکھوں نہیں کروڑوں میں ہوتے ہیں لیکن ان جماعتوں کے لیڈر اپنی سیاسی تنظیم کو مضبوط بنیادوں پر استوار نہیں کرتے۔ یاد رکھیں دنیا میں فوج کو اقتدار سے آنے میں صرف ایک مضبوط اور طاقتور سیاسی جماعت روک سکتی ہیں بالکل اسی طرح جیسے ایک طاقتور فوج اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے طاقتور سے طاقتور دشمنوں کو عوامی حمایت کی بنیاد پر شکست فاش دے دیتی ہے۔ کروڑوں انسان جب منظم سیاسی جماعت میں تبدیل ہو جاتے ہیں تو پھر جرنیلوں کے علم میں ہوتا ہے کہ ہر شہر اور قصبے سے نکلنے والے افراد کی دو یا چار سو نہیں بلکہ لاکھوں میں ہو گی اور اپنے لوگوں کی اتنی بڑی اکثریت کا سامنا کرنے کی جرات دنیا کی کوئی فوج نہیں کر سکتی اور جہاں تک سول بیوروکریسی کی بات ہے جب تک سیاستدان اُن سے زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہو گا یہ افسر شاہی انہیں یونہی تگنی کا ناچ نا چاتی رہے گی اور کوئی مائی کا لعل اُن کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔ عمران خان خوش قسمت انسان ہے کہ اُس کے ساتھ پاکستان کے نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ وہ ساری دنیا کو کہتا رہا کہ میں اقتدار میں آ کر پارٹی بنا کر دکھاوں گا لیکن اسے علم نہیں کہ اقتدار میں پارٹیاں نہیں بنتیں کیوں کہ اقتدار میں خوشامدیوں اور موقع پرستوں کی ایک بڑی تعداد حکمرانوں کے گرد جمع ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں حقیقی ورکر اور اصلی عقل اقتدار سے دور ہوتی جاتی ہے اور حکمران کی بدنصیبی شروع ہو جاتی ہے یہی المیہ بھٹو اور بےنظیر کے ساتھ ہوا اور اسی انجام کی طرف عمران خان جا رہا ہے۔ مجھے عمران خان اچھا لگتا ہے کہ وہ ذاتی حیثیت میں دیانتدار آدمی ہے لیکن جب میں اُس کی کابینۂ پنجاب اور خیبر پختونخوا کے وزیروں مشیروں کی طرف دیکھتا ہوں تو بہت کچھ

سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ کاش کوئی عمران خان کو بتائے کہ وہ طرز حکومت کے بجائے طرز سیاست بدلے اور اپنے اصل کی طرف واپس لوٹ جائے اور جن لوگوں نے اُس کے ساتھ کھڑے ہو کر 23 سال نواز لیگ، پیپلز پارٹی اور قاف لیگ کا پرویز مشرف سمیت مقابل کیا ہے اُس نئی عقل کو آزمائے کہ چلے ہو تمام کارتوسوں کو بھی صدر بنا دیا جائے تو یہ ناکارہ ہی ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

05-05-2019